

تو سویرا میرا

ڈاکٹر زوہا آصف

توسویر امیر ازوہا آصف

باب اول

نوٹ:

اس ناول کے تمام جملہ حقوق رائٹر زوہا آصف کے نام محفوظ ہیں۔

کسی بھی فرد یا ادارے یا دوسری ویب سائیٹ کو رائٹر کی اجازت کے بغیر اس کی اشاعت کا اختیار نہیں۔

ایسا کرنے والے کے خلاف قانونی کاروائی عمل میں لائی جائے گی۔

شکریہ

زوہا آصف

ZOHA ASIF

انتساب

ان تمام لوگوں کے نام جو اپنی اندھیروں بھری زندگیوں میں سویرے کی تلاش میں ہیں، روشنی آپ کی منتظر ہے!

ZOHA ASIF

باب اول؛ملاقات

راستہ سنسان، گھپ اندھیرا، پیر شل، جسم تھکاوٹ اور کپکپاہٹ سے چور تھا۔ مگر وہ بھاگ رہی تھی۔ اس جنگل میں رفتہ رفتہ آتی کئی طرح کے جنگلی جانوروں کی آوازوں سے خوفزدہ ہو کر پل کو رکتی مگر اگلے لمحے پھر ہمت باندھتی۔۔ اسے ابھی تک ہائی وے کا کوئی نشان نہیں ملا تھا۔۔ مگر۔۔۔

اپنی جان اپنی آبرو بچانے کے لئے وہ اس سنسان جنگل میں دوڑتی ہی چلی جا رہی تھی۔ اس کے پاس دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اسے ہر حال میں اپنے آپ کو اس مصیبت سے آزاد کرنا تھا۔

ابھی تھوڑی ہی دیر پہلے کی بات تھی کہ وہ بخاری ولا کے پچھلے باغیچے میں چہل قدمی کر رہی تھی۔ جب اچانک کسی نے اس کے سر پر زور دار شے سے وار کیا تھا۔ اس سے پہلے وہ حملہ آور کو دیکھ پاتی یا کچھ سمجھ پاتی اس کے چہرے کو سیاہ رنگ کے کپڑے سے ڈھک دیا گیا تھا۔ سر سے نکلتی تکلیف دہ ٹیسوں، سن ہوتے اعصاب اور غنودگی میں جاتے ذہن کے ساتھ جو آخری بات اسے یاد تھی وہ یہی تھی کہ اسے کسی نے اغوا کر لیا ہے۔۔

چند لمحے پہلے ہی اسے ہوش آیا تھا۔ آہستہ آہستہ جیسے اس کے حواس قائم ہوئے اس نے دیکھا کہ وہ کسی بوسیدہ سی جھونپڑی میں تھی۔ جہاں بلکل سیاہ اندھیرا تھا۔ چھوٹی سی ایک کمرے کی جھونپڑی جس میں کچھ بھی نہیں تھا۔ بس

ایک کونے میں اسے لا کر پھینکا گیا تھا۔اس نے اپنے چکراتے سر کو تھام کر ادھر ادھر دیکھا۔کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے وہاں ایک کونے میں چھوٹا سا روشن دان نظر آیا،جو کمرے میں آنے والی روشنی کی لکیروں کا واحد ذریعہ تھا۔

مگر اس سے پہلے وہ اس کے پاس جاتی۔اسے باہر سے بائیک رکنے کی آواز آئی۔چہرے پر خوف سے پسینے کے قطرے نمودار ہوئے،ہاتھوں کی کپکپاہٹ واضح تھی۔دماغ پر زور ڈالا کہ اب اس مصیبت سے کیسے جان چھڑوائی جائے۔وہ خود کو اس گنڈے کے حوالے ہر گز نہیں کرنے والی تھی

کچھ بھی ہو جائے۔۔مجھے اپنے آپ کو یہاں سے محفوظ نکالنا ہے۔۔اس نے اپنے آپ کو حوصلہ دیا

یااللہ میری مدد کر۔۔

اس نے دل میں آیت الکرسی اور چاروں قل پڑھے۔۔اور کمرے میں روشن دان سے آتیں اجالے کی کرنوں میں اپنے جسم پر زخم کے نشان ڈھونڈے،اسے کہیں بھی نیل یا خراش دکھائی نہیں دی۔

اس کا مطلب تھا کے اغواہ کے دوران بے ہوش کر دینے کے باعث وہ مزاحمت نہیں کر پائی تھی۔

صد شکر کہ اس پر کسی طرز کا جسمانی تشدد نہیں کیا گیا تھا۔

اب باری تھی کسی بہترین حکمتِ عملی کی۔۔دماغ کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے اس نے دوبارہ پورے ہوش سے کمرے کا جائزہ لیا۔روشن دان سے آتی ہوئی ہلکی روشنی کے باعث وہ اس جھومپڑی کا دروازہ دیکھنے کے قابل ہوئی تھی۔اس نے آہستگی سے چل کر جھومپڑی میں بنے اکلوتے دروازے کے پیچھے اپنا وجود چھپایا۔کچھ لمحوں کے توقف کے بعد جھومپڑی کا دروازہ کھلا۔تاریکی کے باعث آنے والا شخص کچھ دیکھ نہیں پا رہا تھا۔موبائل کی ٹارچ چلاتے ہوئے جیسے ہی وہ تھوڑا اندر کی جانب بڑھا۔۔وہ لڑکی پھرتی سے کھلے دروازے سے باہر کی جانب بھاگی۔۔

اس نے پیچھے مڑ کر ایک بار بھی نہیں دیکھا تھا، مگر ایک خوف تھا جو اسے گھیرے ہوئے تھا، ایک احساس تھا کہ وہ انسان اب بھی اس کے پیچھے تھا۔

اسے بھاگتے بھاگتے اب پندرہ منٹ ہو چکے تھے۔۔ وہ بہت تھک چکی تھی، ٹانگیں اب بقاعدہ لرز رہی تھیں مگر وہ رک کر رسک نہیں لے سکتی تھی۔۔ تھوڑا مزید آگے جانے کے بعد اسے سڑک دکھائی دی تھی۔ دونوں اطراف جنگل کے درمیان میں سڑک دیکھ کر کچھ حوصلہ ہوا تھا۔ جیسے ہی وہ آگے بڑھی کسی نے پوری قوت سے اس کے بال کھینچے تھے۔ ایک زوردار چیخ اس کے لبوں سے نکلی تھی۔ ایک جھٹکے سے اس کا رخ کھینچنے والے نے اپنی جانب کیا تھا۔ خوف سے بند آنکھیں کھول کر سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر اس کی جان نکل گئی تھی۔۔۔

☆☆☆☆☆

جنوری کی خوبصورت دوپہر، سناٹے بھرا ماحول اور رفتہ بہ رفتہ آتی بادلوں کے گرجنے کی آوازیں۔ ماحول میں خنکی کا اثر آج کچھ زیادہ تھا اور گہرے سیاہ بادلوں سے معلوم یہی ہوتا تھا جیسے ابھی پلک جھپکتے ہی بادل اپنے اشک بہانا شروع کریں گے اور انسانوں کی دنیا میں بارش کی صورت اک خوبصورت ہلچل مچا دیں گے۔ ایسے میں وہ لاہور گجومتہ کی ایک سڑک کے کنارے کھڑی ٹیکسی کا انتظار کر رہی تھی۔ لگ بھگ آدھ گھنٹے سے وہاں انتظار کرنے کے بعد وہ اب بھی اسی حالت میں سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔ اس سڑک پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی، حالانکہ یہ چوک مشہور تھا اور یہاں گہما گہمی ہمیشہ ہی رہتی تھی مگر آج نجانے کیا ماجرہ تھا۔

جو بھی اکا دکا گاڑی آتی، وہ زن سے آگے بڑھ جاتی۔۔ اب وہ وہاں کھڑی کھڑی اکتا گئی تھی۔ یا اللہ پلیز مدد کریں، دل ہی دل میں اللہ سے ہمکلام وہ بیزاری سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی اور کندھے میں ایک لٹکتا ہوا بیگ۔

کچھ ہی پل گزرے تھے کہ اسے اپنی جانب دو موٹر سائکل سوار آتے دکھائی دیے۔ گبھراہٹ نے اس کے وجود کو اپنی لپیٹ میں لیا مگر اس نے چہرے کے تاثرات میں کوئی بدلاؤ نہیں آنے دیا۔ اس کا اندازہ ٹھیک ثابت ہوا جب وہ دونوں بائیک اور ان پر سوار چار اوباش نوجوان اس کے بلکل قریب آ رکے۔

"کہاں جا رہی ہے چنبیلی کا پھول بن کر" ان میں سے ایک فرد نیچے اترا اور اس کے قریب آ کر بے حیائی آمیز لہجے میں کہنے لگا۔ ہبہ نے بس اک غصے بھری نگاہ اس پر ڈال کر قدم بڑھانا شروع کر دیے۔ اس کی یہ حرکت دیکھ کر ان نوجوانوں کی انا کی تزلیل ہوئی اور وہ بھی بائیک پر سوار آہستہ رفتار میں اس کے پیچھے چلنے لگے۔

"لفٹ چاہیے مس؟" وہ پانچ منٹ سے تیز تیز چلتی ضبط سے ان آوارہ لڑکوں کی بکواس سن رہی تھی جب اس کے قریب ایک سیاہ لینڈ کروزر رکی۔ اس نے اپنی بھوری نگاہیں اٹھا کر آفر دینے والے کو دیکھا تھا۔ شکل سے شریف دکھتا تھا!

اور پھر اک نگاہ ان چاروں اوباش پر ڈالی تھی۔ وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے اس گاڑی کی فرنٹ سیٹ کھول کر بیٹھ گئی۔

"تھینک یو اللہ تعالیٰ، جان چھوٹی" مگر ایک سیکنڈ!

وہ ان لوگوں سے بچنے کے لئے نجانے کس اجنبی کی گاڑی میں پورے دھڑلے سے بیٹھ چکی تھی، اوہ شٹ!

احساس ہو گیا تھا مگر تھوڑی سی دیر کر دی تھی۔ اس نے پشیمان نگاہیں اٹھا کر ساتھ بیٹھے ڈرائیور کو دیکھا۔ شکل و صورت سے شریف لگتا تھا!

"ایڈریس بتائیں" اس سے پہلے وہ کوئی شکریہ کی داستان شروع کرتی اس نے پوچھا۔

"ک۔۔ کس کا؟" لڑکھڑاتی زبان سے بمشکل الفاظ ادا ہوئے۔

"جہاں آپ کو جانا ہے مس" اس شخص کے چہرے پر ایسے بے تکے جواب پر سختی در آئی تھی۔

"جی۔۔ایک منٹ" وہ اپنی بیگ میں سے کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نکال کر اس میں لکھا ہوا ایڈریس اسے بتانے لگی جسے سن کر اس مرد کی آنکھوں میں تحیر اترا۔

"آپ وہاں کیوں جا رہی ہیں؟" اس کی جانب سے سوال ہوا۔ ہبہ نے ایک نظر اس پر ڈالی

"جاب کے سلسلے میں" اس نے مختصر سا جواب دیا

"آپ کا نام کیا ہے؟" وہ اس انٹرویو کی بلکل متوقع نہیں تھی اس لئے نگاہوں میں الجھن لئے اسے دیکھنے لگی۔

"ہبہ۔۔ہبہ نایاب" وہ پہلے سے سمٹ کر بیٹھی مزید سمٹی، اسے یوں اس کے بارے میں تفتیش کیے جانا بھلا معلوم نہیں ہو رہا تھا

"بخاری ولا جا رہی ہیں؟" اس کے سوال پر ہبہ کی بھوری آنکھوں میں تحیر اترا اس نے پھر سے وہ کاغذ کا ٹکڑا نکال کر دیکھا جہاں بخاری ولا لکھا نظر آیا۔ اس نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔

"آئی ایم طلال بخاری سی ای او آف بخاری انڈسٹریز" وہ سامنے کی جانب نظریں جمائے اپنا تعارف کرواتے ہوئے اس کے سر پر بم پھوڑ چکا تھا، تو کیا اس نے ہڑبڑاہٹ میں اپنے باس سے لفٹ لے لی تھی؟

اس کی جانب سے خاموشی لمبی چلی تھی، کیا کیا نہیں تھا اس خاموشی میں؟ الجھن، پچھتاوہ، پشیمانی بے انتہا شرمندگی اور بے چینی!

"چلیں مس آپ کا انٹرویو میں دس منٹ تک لوں گا تب تک آپ ایزی ہو جائیں" بخاری ولا کے پورچ میں گاڑی کھڑی کر کے ملازم کو اسے بٹھانے کی ہدایات دے کر وہ وہاں سے لمحوں میں غائب ہوا تھا۔ ہبہ بس تذبذب کا شکار اس ملازم کے پیچھے چل دی تھی۔

☆☆☆☆☆

وہ بے چینی سے صوفہ پر بیٹھی تھی، بخاری ولا باہر سے جتنا قابلِ دید تھا اندر سے اتنا ہی قابلِ ستائش تھا۔ خوبصورتی اور نفاست سے سجائے گئے ڈرائینگ روم میں وہ حد سے زیادہ بے چین تھی اور اگر کہا جائے کہ خوف زدہ تھی تو وہ بھی کچھ غلط نہیں تھا

کچھ لمحوں کے انتظار کے بعد اسے اس کمرے میں اک نہیں کئی نفوس آتے دکھائی دیے تھے۔ اس کا پہلے سے تیز تیز دھڑکتا دل مزید ایک سو اسی کی سپیڈ میں حرکت میں آیا۔ یا اللہ مدد کریں پلیز۔۔

"جی مس نام؟" ان میں سے اک نوجوان لڑکا اس سے انتہائی فارمل لہجے میں پوچھنے لگا، اس کا چہرہ طلال بخاری سے بہت ملتا جلتا تھا شاید وہ طلال کا بھائی تھا۔ اس نے تو یہی اندازہ لگایا تھا۔

"ہب۔۔ ہبہ" اس کی کپکپاتی آواز نکلی۔

"پورا نام؟" اب دوسرے لڑکے نے پوچھا تھا۔

اگر ڈرے گی تو یہ جاب بھی ہاتھ سے جائے گی ہبہ! کانفیڈینس سے ڈیل کر۔۔ میرے پاس جابز کے زیادہ مواقع نہیں ہیں۔۔ اس کے دماغ نے اسے صحیح وقت پر صحیح مشورہ دیا تھا

"ہبہ نایاب" وہ اس بار پہلے سے تھوڑا پر اعتماد دکھائی دی۔

"ایج؟" سوال پہلے والے لڑکے کی جانب سے آیا تھا۔ اس سوال پر ہبہ نے متحیر نظریں اٹھا کر اسے دیکھا، جانے کیوں یہ سوال اس جاب انٹرویو کا حصہ نہیں لگ رہا تھا۔

"ٹونٹی تھری" وہ پہلے کے مقابلے پر اعتماد ضرور تھی مگر بے چینی اب بھی قائم تھی۔

"میریٹل سٹیٹس"

اس کی پتلیاں حیرت سے پھیلیں۔اس نے ایک نظر ان سب کے چہروں پر ڈالی جو سنجیدگی کا تاثر لئے ہوئے تھے، کہیں سے ایسا نہیں لگ رہا تھا کہ یہ کسی قسم کا کوئی مزاق تھا، تو یعنی حتمی فیصلہ اس کے دماغ نے یہی کیا کہ یہ سب سوال اس انٹرویو کا حصہ تھے۔

"سنگل" اس نے یک لفظی جواب دیا۔ان لڑکوں میں ایک کے دل کو جواب سن کر ڈھارس سی ملی تھی۔

"تمہیں نوڈلز اور میکرونی بنانی آتی ہے؟" اب سوال ان سب میں موجود گول مٹول سی لڑکی کی جانب سے ہوا تھا جو ان سب میں سے چھوٹی لگتی تھی۔

"جی؟"

وہ بے بسی اور بے قراری سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ان کے سوال اس کی رہی سہی ہمت کا امتحان لے رہے تھے، وہ جتنا بھی پر اعتماد بن رہی تھی اتنا ہی وہ اسے کنفیوز کر رہے تھے۔

"آنسر مس؟" وہ سب سے پہلے والا لڑکا سنجیدگی سے بولا

"جی بنا لیتی ہوں" مختصر جواب۔

"اور تمہیں وائٹ ساس پاستہ بنانا آتا ہے؟ پھر سے یہ سوال اسی لڑکی کی جانب سے آیا تھا۔مگر اس بار اس سے پہلے وہ جواب دیتی، ان میں سے خاموش کھڑی لڑکی چیخی

"طلال بھائی!" طلال کا نام سنتے ہی وہ سب وہاں سے ایسے غائب ہوئے جیسے بھوت دیکھ لیا ہو۔

اس سے پہلے وہ کچھ سمجھتی طلال اس کمرے میں آتا دکھائی دیا، اسے دیکھ کر اس کی جمع کی ہوئی ہمت پھر اللہ حافظ کہہ کر نکلی تھی۔کچھ اس کی شخصیت کا رعب تھا اور کچھ اس کے چہرے کے تاثرات کہ ہر کوئی اس سے ہمکلام ہونے پر ایسے ہی پزل ہو جایا کرتا تھا۔

وہ اسے دیکھ کر حیران ہوا۔ جس کی حالت اب غیر ہو رہی تھی۔

"مس نایاب آپ ٹھیک ہیں؟" اس سے سوال کرتا وہ تشویش میں لگتا تھا۔

"ج۔۔جی۔۔ہاں۔۔" اس نے ٹھہر ٹھہر کر جواب دیا۔

"اوکے تو ہم آپ کا انٹرویو شروع کرتے ہیں" وہ لمبا سانس ہوا میں تحلیل کرتے ہوئے بولا

"مگر۔۔ میرا انٹرویو تو ہو چکا" اس کی زبان سے پھسلا۔

"کیا مطلب؟ میں تو اب آیا ہوں تو آپ کا انٹرویو کس نے لیا؟" اب حیران ہونے کی باری طلال کی تھی

"وہ ان سب نے" وہ روانی میں بولی۔ اس کی بات کا مطلب شاید وہ سمجھ چکا تھا اس لئے آگے کچھ نہیں بولا۔ ڈرائینگ روم کی اوٹ میں کھڑے ان سب نے ہبہ کے جواب پر دانتوں میں زبان دبائی تھی۔ پکڑے جانے کا اتنا افسوس نہیں تھا جتنا بعد میں ہونے والی درگت کا ڈر تھا۔

"آپ اپنی فائل مجھے دیں میں چیک کر لوں۔" اس نے تائیدی انداز میں ہاتھ میں پکڑی اپنی سی وی طلال کے حوالے کی۔ جتنی دیر وہ فائل کا مطالعہ کرتا رہا اتنی دیر ہبہ کی بے چینی حد سے سوا رہی۔

"اس فائل میں لکھیں معلومات کے مطابق آپ ہماری ایلیجبلیٹی کرائیٹیریہ پر پورا اترتی ہیں" اس کی بات سن کر اس کا کب سے رکا ہوا سانس بحال ہوا

"مگر۔۔" کیا اب بھی کوئی امتحان رہ گیا تھا؟

"جی؟؟" وہ بے چینی سے بولی

"آخری ٹیسٹ کے بعد ہی آپ کو اپروول مل سکتی ہے، چلیے میرے ساتھ" وہ گوں مگوں کی کیفیت میں طلال کے پیچھے چل دی تھی جہاں ایک اور اہم امتحان اس کا منتظر تھا۔

ZOHA ASIF

☆☆☆☆☆

وہ چپ چپ سر جھکائے اس کے پیچھے چلتی جا رہی تھی۔ اس نوکری کے انٹرویو کی عجیب ہی شرائط سامنے آئیں تھیں یا شاید آج کا دن ہی عجیب تھا۔ پہلے سارے دن میں اسے کوئی ٹیکسی نہیں ملی تھی۔ دوسرا یہ کہ اس نے انجانے میں اپنے باس سے ہی لفٹ لے لی تھی۔ تیسرا ان لوگوں کا انٹرویو اور اب چوتھا یہ انٹرویو کا آخری مرحلہ جو اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ چلتے چلتے وہ ایک کمرے کے دروازے کے باہر رکے تھے۔

طلال نے دھیرے سے دروازہ کھولا تھا اور دروازہ کھلتے ہی کمرے کا اندرونی منظر واضح ہوا تھا۔ کمرے کے سامنے کی جانب جہازی سائز کا خوبصورت بیڈ رکھا گیا تھا اس کے دونوں اطراف سائیڈ ٹیبل تھیں۔ دائیں جانب بیڈ کے کونے میں باتھروم کا دروازہ تھا اور اس کے ساتھ بیرونی جانب دیوار گیر بڑی سی الماری رکھی گئی تھی۔ بائیں جانب نظر گھمائیں تو اک فل سائز کا مرر رکھا ہوا تھا جو سایڈ ٹیبل کے ساتھ تھا۔ اس کے ساتھ بڑا سا سنگھار میز تھا۔ اس کی ایک جانب کونے میں ایک وہیل چیئر بھی رکھی گئی تھی۔ کمرے کا رقبہ بہت بڑا نہیں تھا مگر سامان نفاست سے رکھنے کی وجہ سے بہت خوبصورت معلوم ہوتا تھا۔ اس بیڈ پر ایک عمر رسیدہ عورت لیٹی ہوئی تھیں۔

طلال کی پیروی کرتے ہوئے وہ بھی آگے بڑھی۔ طلال نے ماں کے قریب جا کر انہیں سہارا دیا اور اٹھ کر بیٹھنے میں مدد دی۔ ہبہ اس سب کے دوران چپ چاپ کھڑی رہی۔ ماں اٹھ بیٹھیں تو ان کی نظر ہبہ پر پڑی۔

انہوں نے اشارے سے اس کے بارے میں اخذ کیا ،

"یہ آپ کی کیئر ٹیکر ہیں ماما۔ آج سے آئیندہ یہ آپ کی ہر چیز کا خیال رکھیں گی" طلال کی بات پر اس نے فارمل مسکراہٹ سجا کر خالدہ بخاری کو دیکھا۔ بدلے میں وہ بھی اسے دیکھنے لگیں۔ وہ جسم کے دائیں حصے سے مفلوج تھیں۔ یعنی ان کے جسم کے دائیں جانب کے اعصاب کام نہیں کرتے تھے۔ ان سے جواب بس ہاں یا نہ کی صورت لیے جاتے

تھے وہ بھی بمشکل۔۔وہ آنکھوں کی اشارے سے اپنی باتیں ان تک پہنچایا کرتی تھیں۔۔ان کی اس حالت کو پانچ سال ہو چکے تھے۔

"آپ کو کوئی اعتراض ہے؟" طلال ماں کے سرہانے بیٹھا بہت محبت سے انہیں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

ان کی آنکھیں نفی کا اشارہ دینی لگیں۔طلال سمجھ چکا تھا کہ وہ ہبہ کو اپنے پاس بلا رہی تھیں۔

"ماما آپ کو بلا رہی ہیں" طلال کی بات سن کر وہ تائیدی انداز میں سر ہلاتے ہوئے اس بیڈ تک آئی۔اب اس نے غور سے خالدہ بیگم کو دیکھا تھا کہ وہ شکل وصورت میں طلال اور نیچے ڈرائینگ روم میں ملنے والے اس لڑکے سے خوب ملتی تھیں۔۔شاید ان کے دونوں بیٹے اپنی ماں سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔

"السلام علیکم میم۔۔میں ہبہ ہوں۔۔ہبہ نایاب" اس نے مسکرا کر فارمل انداز میں اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہا تھا۔

وہ ہنوز نگاہیں اس پر ٹکائے ہوئے تھیں۔ہبہ ان کی نظروں سے نروس ہو رہی تھی مگر یہ بات ان دونوں پر ظاہر نہ کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔

انہوں نے ہبہ کو دیکھتے ہوئے مسکرانے کی کوشش کی، ہبہ ان کے لبوں کی حرکت سے یہی اندازہ لگا سکی تھی۔

اور بایاں ہاتھ اس کی جانب بڑھایا۔۔ہبہ نے نرمی سے ان کا ہاتھ تھاما تھا۔۔کچھ پل یونہی خاموشی کی نظر ہوئے۔

"ٹھیک ہے ہبہ۔آپ کل سے آفیشلی جوائن کر سکتی ہیں" طلال کی بات سن کر وہ خوشی سے چیخنا چاہتی تھی۔۔مگر ایڑھی چوٹی کا زور لگا کر آخر کار اسے کوئی ڈھنگ کی نوکری ملی تھی۔وہ اسے کھونے کا فلحال کوئی رسک نہیں لے سکتی تھی جب اسے ضرورت بھی بہت تھی۔۔طلال بخاری نے اسے جتنی بڑی ذمہ داری دی تھی جاب کا پیکج بھی اسی مناسبت سے دیا تھا اس لئے وہ ہر حال میں یہ نوکری خوش اسلوبی سے کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔بی ایس نرسنگ کرنے کا کچھ تو فائدہ ہوا تھا۔اس نے الوداعی کلمات اور کل سے جوائن کرنے کا کہہ کر وہاں سے واپسی کی راہ لی تھی۔

☆☆☆☆☆

وہ تھکی ہاری اب گھر لوٹی تھی۔ معمول کے مطابق اس وقت فوزیہ بیگم باورچی خانے میں تھیں اور طاہر صاحب بیماری کی باعث گھر کے دو کمروں میں سے ایک پر آرام کر رہے تھے۔ جب سے ان کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا وہ دونوں ٹانگوں سے معزور ہو گئے تھے اور اسی وجہ سے ہبہ کو نوکری کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی ورنہ تو بچپن سے ان دونوں میاں بیوی نے اپنی اکلوتی بیٹی کو بڑے نازوں سے پالا تھا۔

وہ بغیر چاپ پیدا کیے باورچی خانے میں گئی تھی جہاں اس کے اندازے کے عین مطابق فوزیہ کچھ بنانے میں مصروف تھیں۔

"بھاؤ" اس کے اچانک چیخنے پر فوزیہ اپنی جگہ اچھل کر رہ گئیں تھیں۔ تیز تیز دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ اس کی طرف مڑی تھیں۔

"ہبہ" وہ اسے سختی سے دیکھنے لگیں ہبہ بجائے کچھ کہنے کے ان کے گلے سے لگی تھی

"کیا بات ہے بیٹا؟" وہ اس کے بدلے بدلے انداز سے حیران ہوتے ہوئے بولی تھیں

"گیس کریں اماں" ہبہ نے ان سے الگ ہو کر اپنی بھوری آنکھیں ان کے چہرے پر جماتے ہوئے کہا تھا جن میں اس وقت خوشی کے باعث انوکھی ہی چمک تھی۔

"ارے بھئی مجھے نہیں پتہ خود ہی بتا دو" وہ ہانڈی میں چمچ گھماتے کہنے لگیں۔

"اماں" اس نے ایک دم مایوسی بھری شکل بنائی۔

"ہاں کیا ہوا؟" فوزیہ اس کی حرکتوں سے اچھی طرح واقف تھیں اس لئے اس کے ڈراموں کا اثر لئے بغیر بولیں تھیں

"مجھے جاب مل گئی ہے" اس نے اتنے نارمل انداز میں اتنی خوشی کی خبر سنائی کہ چند ثانیے خاموشی کی نظر ہو گئے۔ کچھ پل لگے فوزیہ کو سب سمجھنے میں۔

"تم سچ کہہ رہی ہو؟" فوزیہ ہبہ کی جانب مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"اس معاملے میں بھلا مزاق کیوں کروں گی؟" اس نے ہنستے ہوئے کہا تھا اور پھر خوشی سے فوزیہ کو گلے سے لگایا تھا۔

"بہت اچھی خبر سنائی ہے ماشاءاللہ۔۔۔ اللہ تمہیں ہمیشہ کامیابیوں سے نوازے" فوزیہ نے اس کا ماتھا چوما۔

"اب آج اس خوشی کی بات پر کچھ اچھا بنایے گا میں بابا سے مل آؤں" وہ ہنس کر کہتی وہاں سے باہر نکل گئی تھی۔ جبکہ فوزیہ نے دل میں شکر کے کلمات ادا کیے تھے اس وقت انہیں ہبہ کی جاب کی اشد ضرورت تھی۔۔ اور اللہ کے کرم سے کافی طویل انتظار کے بعد آخر کار انہیں ان کے صبر کا پھل مل چکا تھا۔

☆☆☆☆☆

وہ دبے پاؤں ان کے کمرے میں داخل ہوئی تھی جو فوزیہ اور طاہر کا مشترکہ کمرہ تھا۔ وہ اس وقت اپنی وہیل چیئر پر بیٹھے کرکٹ کا میچ دیکھ رہے تھے۔ ہبہ آرام سے جا کر ان کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔

"کیا چل رہا ہے ابا؟" ہبہ نے اشتیاق سے نگاہیں ٹی وی پر جماتے ہوئے پوچھا۔

"دیکھ ہبہ۔۔ پاکستان اور افغانستان کا میچ ہے اور خدا جانے ان لڑکوں کو کیا ہو گیا ہے دم ہی نہیں ہے۔۔ ابھی تک سینچری بھی نہیں کر سکے" وہ اس کے سامنے اپنا دکھ بیان کرتے ہوئے بولے۔

"ارے ابا اتنی فکر کیوں کرتے ہیں ابھی فام میں آجائیں گے دیکھنا" ہبہ انہیں حوصلہ دیتے ہوئے بولی۔

"کہاں آجائیں گے ڈیڑھ گھنٹے سے بیٹھا ہوں یہاں مجال ہے جو یہ صحیح سے کھیلیں" وہ سخت خفا دکھائی دیتے تھے۔ ہبہ نے مسکراہٹ دبا کر انہیں دیکھا۔

" اچھا انہیں چھوڑیں یہ دیکھیں میں آپ کے لئے کیا لائی ہوں" ہبہ طاہر کے سامنے ایک لفافہ کرتے ہوئے بولی

"کیا ہے اس میں" کچھ سوچ کر ان کی آنکھیں چمکیں

"بس ایک ایسی چیز جو میرے ابا کو مجھ سے بھی زیادہ عزیز ہے" اس کی بات پر وہ کھلکھلا دیے۔

"تو تو میری جان ہے تجھ سے زیادہ عزیز مجھے کوئی نہیں ہے۔۔ایک راز کی بات بتاؤں؟" وہ بلند آواز میں کہتے ہوئے آخر میں سرگوشی میں بولے۔

ہبہ نے اشتیاق میں ان کے اشارے پر اپنی کان ان کے ہونٹوں کے نزدیک کیے

"بتائیں" وہ ہمہ تن گوش تھی۔۔

"تو مجھے تیری ماں سے بھی زیادہ عزیز ہے" وہ سرگوشی میں بولے اور پھر قہقہہ لگا کر ہنس دیے اس بار ان کے قہقہے میں ہبہ کا قہقہہ بھی شامل تھا۔

"اچھا یہ دیکھیں" ہبہ نے ان کے سامنے وہ لفافہ کیا اور اس میں سے برفی نکال کر انہیں کھلائی جسے کھاتے ہی ان کے چہرے پر ایسی بشاشت آئی کہ کیا کہنے۔۔۔

"پوچھیں گے نہیں کہ کیوں لائی ہوں؟؟" ہبہ کے سوال پر وہ برفی کھاتے ہوئے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

"میری جاب لگ گئی ہے ابا۔" اس کے بتاتے ہی ان کے چہرے پر مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

"شاباش میرا بچہ۔۔مجھے یقین تھا تجھے اللہ ضرور کامیاب کرے گا" طاہر کی بات پر وہ مسکرا دی انہوں نے محبت سے اسے اپنے ساتھ لگایا اور ماتھا چوما۔

"ہاں ہاں اس لئے دن رات کہتے تھے جاب واب میں کچھ نہیں رکھا سلائی کڑھائی کرو" اس کی بات پر وہ دل کھول کر ہنس دیے۔

"ارے میری جان۔۔میں اس لئے کہتا تھا کہ تو میری طرح نوکریوں میں خجل وخوار نہ ہو پر قسمت کو شاید یہی منظور تھا۔۔میری ٹانگیں آج سلامت ہوتیں تو کبھی تجھے اپنی جگہ یوں ذمہ داریاں اٹھانے نہ دیتا" وہ آخر میں تھوڑے دلبرداشتہ ہو گئے تھے جسے ہبہ کی تنبیہی نگاہوں نے ٹوک دیا تھا۔

"خیر بتا کہاں لگی ہے نوکری؟" ابا کے پوچھنے پر وہ انہیں تمام تفصیل بتانے لگی اور دن بھر سے لے کر اب تک کی تمام روداد بھی ان کے گوش گزار کرنے لگی تھی یہ اس کے اور اس کے ابا دونوں کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔

☆☆☆☆☆

وہ سب اک قطار میں سر جھکائے کان پکڑے لاونج میں کھڑے تھے۔چہرے پر شرمندگی کی بجائے دبی دبی ہنسی تھی جو طلال کی نظروں سے چھپی ہرگز نہیں تھی۔یہ لوگ اپنی شامت لگوانے کھڑے تھے کیونکہ طلال ان کے ہبہ کے ساتھ کیے جانے والے پرینک کے بارے میں جان چکا تھا۔

"کہا تھا نہ نو پنگا ود طلال گنجا" فروا کی بات پر سب کی دبی دبی ہنسی نکلی۔

"اوئے خبردار میرے ہینڈسم بھائی کو گنجا کہا تو، اتنی سلکی سٹریٹ بال ہیں، جانے کونسا شیمپو لگاتے ہیں، اتنی چمک تو میرے بالوں میں بھی نہیں ہے۔" مروہ نے سرد آہ بھری۔

"میکلے لگاتے ہیں، میں نے دیکھا تھا نہ ان کے باتھ روم میں۔" عدیل کی بات پر پھر سب کی ہنسی نکلی۔

"تم ان کے باتھ روم کرنے کیا گئے تھے؟" فروہ نے پوچھا۔

"ارے۔۔باتھ روم دھونے گیا ہو گا نہ۔۔آج کل اسے طلال بھائی نے صفائی والا مزدور ہائیر کیا ہے۔" عدیل کی زبان میں کھجلی ہوئی۔

"خبردار مجھے صفائی والا کہا۔۔اللہ کے حکم سے باعزت دہاڑی دار مزدور ہوں" عماد نے منہ بنا کر کہا۔

"مجھے سب سنائی دے رہا ہے" طلال کی بات پر جیسے سب کو سانپ سونگ گیا۔

"طلال بھائی اب تو میری ٹانگوں کے ساتھ ساتھ کان بھی دکھنے لگے ہیں بس کریں نہ" عماد کی آواز پر اس نے سخت نظروں سے اسے گھورا۔

"جی طلال بھائی اور مجھے تو بھوک بھی زوروں کی لگ رہی ہے" صفا کی بات پر پھر سب کی دبی دبی ہنسی چھوٹی۔

"کم کھایا کرو موٹو" عماد نے اسے کہنی مارتے ہوئے کہا تھا۔

"ڈونٹ کال میں موٹو" وہ برا مانتے ہوئے بولی۔

"اچھا تو کل جو میں نے فریزر میں ڈیری ملک رکھی تھی وہ کس بھوت نے غائب کی تھی؟" اس کے سوال پر مروہ اور صفا دونوں نے آنکھیں گھمائیں۔

"اگر بتاؤ گی تو آئس کریم کھلاوں گا" آئس کریم کے نام پر اس کے منہ میں رال ٹپکی۔

"پکا پرامس؟" صفا کے سوال پر وہ مسکرانے لگا

"پنکی پرامس موٹو" وہ آئس کریم کا سن کر اتنی خوش تھی کہ اس کا موٹو کہنا بھی برا نہیں لگا جبکہ عماد کے اسے ہر وقت موٹو کہنے پر پورے گھر میں طوفان مچائے رکھتی تھی۔

"مروہ نے غائب کی تھی" وہ معصومیت کے تمام تر ریکارڈ توڑتے ہوئے بولی۔ مروہ نے اسے غصے سے گھورا۔

"اور کھائی اس نے تھی عماد بھائی۔۔ اب آپ مجھے بھی آئس کریم کھلائیں گے نہ" مروہ کے راز اگلنے پر سب پھر سے ہنس پڑے۔

"میں تو۔۔" عماد کی ٹرٹر کرتی زبان کی تیز رفتار، سپیڈ بریکر (طلال کی گھورتی سخت نظریں) دیکھ کر دھیمی ہوئی تھی۔

"آپ سب میں تھوڑی سی شرم بچی ہے یا نہیں؟ آپ سزا میں کھڑے ہیں" طلال کی سختی سے کہے گئے جملے کو بھی وہ سیریسلی کہاں لینے والے تھے۔

اندر ہی اندر وہ بھی ان شیطانوں کی ٹولی کو اچھے سے جانتا تھا مگر۔۔۔ایک وہی تھا پورے گھر میں جس کی وہ لوگ پھر بھی سن لیا کرتے تھے اور اس کی بارعب شخصیت سے ڈر کر احترام کرتے تھے۔ورنہ ان کو کچھ سمجھانا اللہ کی پناہ!

ان سب نے اک دوسرے کو اک مانوس سا اشارہ کیا جسے طلال نے ترچھی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"سوری طلال بھائی" وہ سب ایک زبان ہو کر بولے تھے۔

"مس نایاب۔۔ماما کی کیئر ٹیکر ہیں۔۔اگر ان کے ساتھ بھی آپ لوگوں نے بدماشی کی اور انہیں ریزائن کرنے پر مجبور کیا تو دیکھیے گا۔۔سب کی پاکٹ منی بند ہو گی۔عماد آپ کی سیلری بند ہو گی۔۔اور فروہ اینڈ عدیل آپ کے لئے ہاسٹل کا انتظام میں خود کروں گا۔"

اس کی بات سن کر سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔

"ماما کی صحت کے معاملے میں کوئی مزاق نہیں ہے۔۔اور اگر آپ سب چاہتے ہیں کہ وہ جلدی ریکور کریں اور ہمارے ساتھ ہماری طرح نارمل زندگی گزارنا شروع کریں تو تعاون کریں۔۔یوں مزید مشکلات ناپیدا کریں۔آئیندہ مجھے کوئی شکایت نہیں چاہیے۔"

ZOHA ASIF

دو منٹ انہیں گھورتے رہنے کے بعد۔۔اس نے انہیں اپنے اپنے کمروں میں جانے کا کہا تھا۔

جانتا تو وہ بھی تھا کہ یہ لوگ باز آنے والے نہیں تھے لیکن انہیں بلکل آزاد چھوڑنے کے حق میں وہ نہیں تھا۔ان سب کو سمجھانے سے بہتر تھا ہبہ کو ان کے حوالے سے سمجھا دیا جائے کیونکہ آفت کی یہ ٹولی اس معصوم کو بخشنے والی نہیں

تھی۔۔اور وہ بھی یہی فیصلہ کر چکا تھا۔اور یو کچھ نیا نہیں تھا،جو بھی نیا ملازم گھر میں آتا تھا وہ ان سے تنگ ہی ہوتا تھا، پھر وقت کے ساتھ یا تو ان کی شرارتوں کا عادی ہو جاتا تھا یا پھر صابر بن جاتا تھا۔

لیکن ہبہ کوئی ملازمہ نہیں تھی،وہ کیئر ٹیکر تھی۔نجانے اس نئی نوعیت کی ملازمت پر اسے آفت گینگ کی جانب سے کیا نئی سزا ملنے والی تھی۔

☆☆☆☆☆

آج اس کا جاب کے لئے پہلا دن تھا۔فوزیہ کی خود کی بنائی ریت تھی کہ جب بھی کوئی شبھ کام ہوتا وہ ہبہ کو حلوہ کھلایا کرتی تھیں اور پھر ہی گھر سے روانہ کرتی تھیں۔جتنی خوشی اور جوش سے وہ اسے بنا کر دیتیں تھیں وہ اتنا ہی حلوہ کا نام سن کر منہ بناتی تھی۔

آج فوزیہ کے بتانے سے پہلے ہی اسے معلوم تھا کہ اس کی شامت پکی ہے۔یعنی اسے حلوہ کھلائی کی رسم کو سہنا پڑے گا اور اس کا کوئی بھی عذر اس کی والدہ کے سامنے قابلِ قبول نہ ہو گا۔

وہ بھی بے بسی سے وہاں بیٹھ گئی تھی۔۔جب سے طاہر معذور ہوئے تھے وہ ناشتہ انہیں کے کمرے میں کرتے تھے تا کہ تینوں ناشتہ ایک ساتھ کر سکیں۔

"ایک تو یہ ندایا سر نے عورتوں کا دماغ خراب کر رکھا ہے روز صبح صبح آجاتی ہے سر کھانے" جیسے طاہر صاحب کرکٹ کے دیوانے تھے اسی طرح فوزیہ مارننگ شوز کی فین تھیں۔وہ ان کے خلاف ایک لفظ نہیں سنتی تھیں مگر طاہر صاحب کو کون سمجھائے۔۔

انہوں نے تیسری جنگِ عظیم شروع کرتے ہوئے ہبہ کو اشارہ کیا۔۔وہ ان کا اشارہ سمجھ کر چہکی۔

"اس نے کیا کیا ہے؟ گنتی کا ایک شو آتا ہے ہم لیڈیز کے لئے ٹی وی پر آپ مردوں کو اس پر بھی اعتراض ہے" وہ فوراً برا مان گئیں تھیں اور اب وہ مارننگ شوز کے حق میں لمبی تقریر کرنے والی تھیں اور شاید یہی ان باپ بیٹی کا مقصد تھا۔

"ایسا بھی کیا خاص ہے ان لیڈیز کے شوز میں؟" طاہر بظاہر وثوق سے پوچھنے لگے جبکہ وہ سبھی جانتے تھے وہ ان مارننگ شوز کے ذکر سے ہی چڑ جاتے تھے لیکن ابھی اک پوشیدہ مشن کی وجہ سے وہ ان کے نزدیک عورتوں کی بیکار باتیں گاسپ اور چغلیاں سننے پر مجبور تھے۔

"میں کبھی آپ کی کرکٹ کو کچھ کہتی ہوں؟" وہ ان سے لڑنے کے لئے تیار ہو چکی تھیں۔

"ہاں لیکن میری کرکٹ میں ایسا واہیاتی بھی تو نہیں ہوتی بیگم" طاہر مزے سے بولے

"اس میں بھی ایسا کوئی کام نہیں ہوتا" وہ بحث کرتے ہوئے بولیں

ان کی نظر سے بچا کر وہ ہبہ کی حلوے کی پلیٹ پکڑ چکے تھے اور ان کے ساتھ یہ بے تکی گفتگو سے لطف اندوز ہوتے ہوئے چمچ چمچ کھانے لگے۔

"ہاں وہ پچھلے دنوں ہی جو ایک لڑکی کسی پرانے گانے کے سلوو رژن پر ڈانس کرتی وائرل ہو گئی ایک تو اس کے وائرل ہونے کا کام اتنا بے حیا تھا اور اس ندا باجی نے اسے اپنے شو پر بلا کر سیلیبریٹی بنا ڈالا" وہ بحث کو خطرناک موڑ پر لے جاتے بولے۔۔

ZOHA ASIF

اس پر فوزیہ اس شو کی تعریفیں سنانا شروع ہو چکی تھیں۔

ہر وہ لاجک وہ دیتی جا رہی تھیں جو ثابت کرتا کہ ان کے مارننگ شوز دیکھنا اچھا کام ہے

دنیا کی خبر رہتی ہے گھریلو خواتین کو (وہ دنیا جسے یہ مارننگ شوز پورٹرے کرتے ہیں)

جب تک ان کے دلائل مکمل اور طاہر حد درجہ بور ہوئے، ہبہ کی پلیٹ خالی ہو کر واپس اس کے ہاتھ میں آچکی تھی۔ وہ مسکرائی اب باری تھی کلائمیکس کی۔

"اوکے اما ابا میں چلتی ہوں" وہ کہہ کر اٹھی دونوں کی توجہ اس کی جانب ہوئی۔ طاہر نے شکر کیا کہ مارننگ شوز والا موضوع بدل چکا تھا۔

"تم نے فنش کیا؟" ان کی تفتیشی نگاہیں اس کی پلیٹ پر پہنچیں اور مطمعین ہو کر واپس اس کے چہرے پر۔

"جی اماں" وہ مسکرا کر کہتی ان کے گلے لگی وہ مسکرا دیں دل میں انہوں نے اسے ڈھیر ساری دعائیں دیں۔

"اوکے ابا۔ آئی لو یو" وہ ابا سے ملتی ان کا دایاں ہاتھ چوم کر مسکرا دی تھی بدلے میں وہ بھی مسکرائے تھے۔ یہ اس کا انداز تھا ان سے پیار کا اظہار کرنے کا

"مجھے تو آئی لو یو نہیں کہا ماں سے تو پیار ہی نہیں کرتی یہ لڑکی" وہ مصنوعی خفگی سے بولی تھی یہ بات وہ تینوں جانتے تھے۔

"ایسی کیا بات ہے بیگم ہم کہے دیتے ہیں، آئی لو یو مائی سویٹ ہارٹ" ان کے شریر انداز پر وہ پلو سے چہرہ چھپاتی باہر بھاگ گئیں تھیں۔ پیچھے سے ہبہ اور طاہر کے زندگی سے بھرپور قہقہوں کی آواز آئی تھی۔۔۔

☆☆☆☆☆

وہ بخاری ولا وقت سے پہنچ چکی تھی۔ وقت کی پابندی کرنا اسے وراثت سے ملا تھا۔ طاہر بھی اپنے دور میں وقت کی پابندی کیا کرتے تھے انہیں کہیں پہنچنا ہوتا تو وقت سے دس منٹ پہلے ہی پہنچ جایا کرتے تھے۔

وہ بخاری ولا کے مرکزی گیٹ عبور کر کے اندر داخل ہوئی تھی۔ اسی گیٹ کی سیدھ میں سامنے کی جانب ان کے ولے کا داخلی دروازہ تھا۔ ان دونوں دروازوں کے درمیاں میں لگ بھگ پندرہ سے بیس قدموں کی مسافت تھی۔ درمیانی

راستہ سرخ اینٹوں سے بنایا گیا تھا جو اس راہداری کی خوبصورتی کی مرکزی وجہ تھی۔ دائیں اطراف میں سرسبز گھاس والا لان تھا۔۔ جہاں ایک کونے میں مختلف قسم کے پودے لگائے گئے تھے۔ اور دوسرے کونے میں لکڑی کی خوبصورت کرسیاں بنائیں گئیں تھیں۔ جن کی تعداد کل آٹھ تھیں۔ ان کے درمیان میں گولائی کی شکل میں بنایا گیا لکڑی کا ہی میز تھا۔

بائیں جانب پورچ بنایا گیا تھا جہاں عموماً تین گاڑیاں کھڑی ہوتی تھیں۔ ایک لینڈ کروزر جو طلال بخاری کی ذاتی گاڑی تھی اور اس کے علاوہ کسی دوسرے کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ باقی دو گاڑیاں گھر والوں کے لئے تھیں۔

وہ اس درمیانی سرخ اینٹوں کے راستے پر چلتی ہوئی اب اندرونی مرکزی دروازے کی قریب پہنچ چکی تھی۔۔ اس نے دروازہ کھولا اور سامنے کا دلکش منظر نمودار ہوا۔ اس دروازے کے بلکل سامنے طویل سیڑھیاں تھیں جو اوپر کی جانب جاتی تھیں۔۔ اوپر کی منزل بھی ٹھیک نچلے حصے کی کاپی تھی مگر فرق صرف اتنا تھا کہ اس میں قطار در قطار کمرے بنائے ہوئے تھے۔۔

نچلے حصے میں آئیں تو اس مرکزی دروازے کے ساتھ دائیں جانب پہلا دروازہ ڈرائینگ روم کی طرف کھلتا تھا۔ دوسرا دروازہ سپیشلی ٹی وی لاؤنج بنایا گیا تھا۔ تیسرا کمرا باورچی خانہ تھا اور چوتھا کمرا ڈائننگ ایریہ پر مشتمل تھا۔

بائیں جانب پہلا کمرہ خالدہ بخاری کا تھا اور دوسرا کمرا انعم بخاری (طلال کی بیوہ چچی) کا۔ تیسرا کمرہ گیسٹ روم تھا اور چوتھے کمرے کو سٹور بنایا گیا تھا۔

اوپر کی منزل کے تمام کمرے بچوں کی ملکیت تھے۔ سیڑھیاں چڑھتے دائیں جانب پہلا کمرا طلال بخاری کا، دوسرا عماد بخاری (طلال کا چھوٹا بھائی)، تیسرا کمرہ مروہ اور صفا کا تھا (چچی کی بیٹیاں)

بائیں جانب پہلا کمرا فروہ اور دوسرا عدیل کا تھا۔ یہ دونوں انعم کی بہن کے بچے تھے جو یونیورسٹی پڑھنے کے لئے ان کے گھر میں مقیم تھے۔ باقی دو کمرے گیسٹ روم بنائے گئے تھے۔

وہیں کھڑے کھڑے پورے ولا پر اک طویل پر شوق نگاہ ڈال کر اب وہ لمبا سانس ہوا میں تحلیل کرتی باورچی خانے میں آئی تھی جہاں اسے اور کوئی دکھائی نہیں دیا تھا صبح کے دس بج رہے تھے اور اس گھر میں ایسی خاموشی تھی جیسے کوئی ذی روح موجود ہی نہ ہو۔ اس نے خالدہ بخاری کو ناشتا بنا کر دینا تھا۔ مگر اس کے لوازمات اور دیگر اشیاء کے بارے میں کس سے پوچھتی؟

ابھی وہ انہی سوچوں میں غرق تھی کہ اسے باورچی خانے کے بلکل ساتھ اوپر جاتی سیڑھیوں سے کوئی نیچے اترتا دکھائی دیا۔ اس نے آنے والے کو نہیں دیکھا تھا بس پرچھائی اور قدموں کی چاپ سے اندازہ لگایا تھا۔

"مس نایاب؟" طلال کی آواز پر وہ ہڑبڑا کر پلٹی۔

"السلام علیکم" اس نے فوراً سلام جھاڑا۔ وہ سر ہلاتا چند قدم آگے آیا۔

"آپ سب سے پہلے ماما کو ناشتہ کروادیں وہ فجر کے بعد سوتی نہیں ہیں، اس لئے جتنا جلدی ہو سکے انہیں پہلے کچھ کھانے کو دیں"

وہ اس کی بات سن کر سر ہلا گئی۔۔ وہ اپنے دھیان جانے لگا جب ہبہ نے اسے جانے سے روکا

"سر وہ۔۔" اس کے ادھورے جملے پر وہ منتظر نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا

"جی بولیں؟" طلال کا انداز ہی ایسا تھا کہ اس سے بات کرتے ہوئے ہر انسان خوف کھاتا تھا۔ حالانکہ وہ نہ تو بدتمیزی کرتا تھا نہ غصہ مگر انداز اور شخصیت کا ایسا رعب تھا کہ کوئی بھی انسان اس سے ہمکلام ہونے سے پرہیز ہی کرتا تھا (اتنا پرہیز بے شک کوئی شوگر کا مریض چینی اور دیگر اشیاہ سے نہ کرتا ہو)

"وہ مجھے پتہ نہیں ہے چیزوں کا۔۔" ہبہ کی بے تکی بات پر اس کے ماتھے پر بل پڑے۔

"کونسی چیزیں؟" وہ ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگا

"میرا مطلب ہے۔۔ کیچن کی چیزیں۔۔ سب سامان۔۔ مسالہ جات، برتن، اور دوسری ضروری چیزیں۔۔ اگر کوئی گائیڈ کر دے تو۔۔" وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم آپس میں جوڑے اسے اپنی بات سمجھاتے ہوئے بولی۔

"اوہ۔۔ اوکے اوکے۔۔ فلحال تو ضروری چیزیں جو ابھی آپ کو چاہیے میں بتا دیتا ہوں بعد میں میڈ آئے گی تو وہ آپ کو سب معلومات دیں دے گی۔ اس کے علاوہ آج شام تک آپ کا شیڈول اور مزید جاب انفارمیشن بھی مل جائے گی۔"

طلال کی بات پر وہ سر ہلا گئی تھی۔

وہ اب اسے کچھ ضروری برتن اور سامان نکال کے دینے لگا تھا جو اسے فلوقت خالدہ بیگم کے سوپ کے لئے درکار تھیں سست روی سے چلتے اک ہاتھ سے انگڑائی لیتے دوسرے ہاتھ سے جمائی روکتے کیچن میں آتے اس کے قدم تھمے تھے۔ پہلے جو آنکھیں نیم وا تھیں اب وہ پوری کی پوری کھل رہی تھیں صرف یہی نہیں آنکھوں کے ساتھ ساتھ اس کا منہ بھی کھلا ہوا تھا۔ نہیں نہیں وہ کچھ کھا نہیں رہا تھا بلکہ اس کا منہ شاک کی وجہ سے کھلا ہوا تھا۔

شاک کی وجہ؟

بخاری گروپ آف انڈرسٹریز کا سی ای او اپنے گھر کے کیچن میں موجود تھا!

اور صرف یہی نہیں وہ کیچن میں کھڑا ہمیشہ کی طرح آرڈرز لگانے کی بجائے خود برتنوں کے ساتھ لگا ہوا تھا۔

"طلال بھائی" وہ مارے حیرت سے چیخ پڑا۔

اس کی موجودگی اور چیخ اتنی اچانک تھی کہ اپنی اپنی جگہ وہ دونوں بھی اچھل پڑے

"کیا کرتے ہو تم عماد" طلال اس کی حرکت پر گھورتے ہوئے بولا

"میں بس حیران تھا" اسے سمجھ نہیں آیا اپنی حرکت کو کیسے کوور کرے۔

"حیران ہونے پر ایسے چیخا جاتا ہے؟" طلال اب بھی اسے تیز نگاہوں کے حصار میں لیے ہوئے تھا

"سوری بھائی" اس نے بتیسی دکھاتے ہوئے کہا تھا۔ دن میں وہ سو بار سوری طلال بھائی کہتا تھا اور سو بار ہی طلال بدلے میں اسے سختی سے گھورتا تھا۔

"بائے داوے حیران کیوں تھے اور وہ بھی اتنا شدید حیران" طلال کی بات پر اس نے سر کجھایا

"وہ آپ کو کیچن میں دیکھ کر۔۔" اس کی بات پر طلال نے اسے گھورا

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" طلال کے پوچھنے پر وہ گھبرایا

"بھائی آپ صرف اور صرف کافی بنانے آتے ہیں کیچن میں وہ بھی رات کے دس بجے بس اور اپنے علاوہ کسی کو بھی نہیں دیتے تو آج اس ٹائم یہاں دیکھ کر حیران تھا اور صرف آپ کھڑے نہیں تھے کام بھی کروا رہے تھے ان کے ساتھ۔۔ واہ جو کام ہم تیس سالوں میں ان سے نہیں کروا سکے تو انہوں نے آتے ساتھ پہلے دن ہی کر دکھایا۔ سیلیوٹ ٹو یو مس" عماد جب بولنا شروع ہوا تو رکا نہیں اس کے لفظ جیسے جیسے ادا ہوتے جا رہے تھے طلال کے ماتھے پر بل مزید نمایاں ہوتے جا رہے تھے اور رہی بات ہبہ کی تو وہ بس کوشش کر رہی تھی کہ کسی طرح اپنی بے ساختہ امڈ آنے والی ہنسی کنٹرول کر سکے۔۔۔

ZOHA ASIF

اسے کچھ بھی ہونا منظور تھا مگر طلال بخاری کے سامنے بے عزت ہونا نہیں!

"نان سینس" وہ سر جھٹکتا ہوا وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔ کسی بھی امپلائے کے سامنے ایسی اہانت وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ بات آفس کی ہوتی تو وہاں عماد کی اپنی ہی ہمت نہ ہوتی مگر یہ ان کا گھر تھا۔ اور یہاں وہ آزاد تھا کم از کم عماد بخاری کو تو یہی لگتا تھا۔۔

اس کے جاتے ہی عماد چند قدم چل کر ہبہ کے قریب کھڑا ہوا۔ وہ اس وقت رف سے حلیے میں تھا سفید رنگ کے ٹراؤزر اور سیاہ رنگ کی ٹی شرٹ بکھرے بالوں میں وہ وجیہہ لگ رہا تھا۔۔

"تھینک یو مس۔۔ تم نے ہمارے طلال بھائی کو کچھ تمیز تہذیب سکھائی ہے میں تم سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ اسی خوشی میں تمہاری سیلری پیکج سے دس ہزار میں لیا کروں گا" اگر اس نے خوشی سے "دیا کروں گا" کہا ہوتا تو ہبہ کی خوشی کی انتہا نہ رہتی مگر وہ کنجوس مکھی چوس اس کا مالک ہو کر اسی کی سیلری سے پیسے لینے کی بات کر رہا تھا۔۔

"جی؟؟" وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

"اور ہاں یہ طلال بھائی کو ایسے ہی آہستہ آہستہ گھر داری سکھاؤ۔۔ کچھ تو ہمیں بھی۔۔۔" وہ اور بھی بہت کچھ بولنا چاہتا تھا جب اپنے عقب سے آنے والی طلال کی آواز سن کر اس نے اپنی جیب دانتوں میں دبائی تھی۔

"میں سب سن رہا ہوں!" اس نے کرخت آواز پر عماد نے سست روی سے رخ اس کی جانب کیا۔ آنکھیں نیم وا کیں جیسے ایسے کرنے سے اس کے سامنے کھڑا اس کا بھائی چھو منتر ہو جائے گا

"آفس ٹائم سے آجانا نہیں تو تمہاری اس ماہ کی سیلری کٹ" طلال اسے ایک ہی دھمکی دیا کرتا تھا اور وہ سب چھوٹی بڑی دھمکیوں پر بھاری تھی۔۔ پیسہ۔۔ بس اس کے لئے تو عماد بخاری جیتا تھا اور۔۔ اپنے ہی آفس میں امپلائے کی طرح جاب کرتا تھا۔۔ اور امپلائے کی طرح ہی اس غریب کو ہر ماہ ٹھیک ٹھاک مزدوری کروانے کے بعد تنخواہ دی جاتی تھی۔۔ صرف۔۔ اپنے۔۔ بڑے بھائی کی وجہ سے۔۔

وہ سر ہلاتا ہوا ہبہ کو بعد میں آنے کا اشاروں میں کہہ کر وہاں سے بھاگا تھا ہبہ ان دونوں کی حرکتوں سے محظوظ ہوتی لبوں پر مسکان سجائے اپنے کام میں مگن ہوئی تھی۔۔

☆☆☆☆☆

وہ ابھی خالدہ بیگم کو ناشتہ کروا کر واپس باورچی خانے میں آئی تھی۔ خالدہ بیگم اسے بہت پسند آئی تھیں۔ وہ بول نہیں سکتی تھیں لیکن اشاروں میں اپنی بات سمجھا دیا کرتی تھیں۔ ہاں نہ کا مخصوص اشارہ کرتی تھیں جو تھوڑا دھیان دینے پر سمجھ میں آجاتا تھا۔ ان کے چہرے پر وہ امیری والا غرور نہیں تھا۔ انتہائی نرم مزاج اور سادہ طبیعت۔۔

ان کو ناشتہ کرواتے ہوئے وہ اپنی باتونی فطرت کی وجہ سے اپنا پورا تعارف، تعلیم، گھر، گھر والے سب شئیر کر آئی تھی۔ وہ بس مسکراتے ہوئے سنتی جارہی تھیں اور وہ بس بتائے جارہی تھی۔ ایسے جیسے کسی سنانے والے کو کئی سننے والا مل گیا ہو۔ ایک وہ جسے اپنی باتیں کہنے کو کوئی انسان کوئی دوست کی ضرورت ہو اور ایک ایسا جس کی دن رات کسی تنہائی بانٹنے والے کی طلب ہو۔۔۔

خالدہ بخاری کے ایکسیڈنٹ کو پانچ سال کا عرصہ بیت چکا تھا۔ ایکسیڈنٹ ان کا، ان کے شوہر اور دیور کا ہوا تھا۔ حادثے کی نوعیت بہت شدید تھی ان تینوں میں سے صرف وہی سروائیو کر پائی تھیں۔ وہ دونوں مرد موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے تھے۔ پانچ سال سے وہ اس فالج کے نامراد مرض میں مبتلا تھیں۔۔ پہلے پہل بلکل مردہ حالت تھی لیکن اب اتنی بہتری آئی تھی کہ آنکھوں کے اشارے سے بات ہاں یا نا میں کر لیا کرتی تھیں۔

ایک تو معذوری دوسرا تنہائی۔۔ دونوں ہی سب سے زیادہ مہلک بیماریاں۔ معذوری کے لئے تو پھر طلال نے میڈ کا بندوبست کر رکھا تھا مگر تنہائی کا وہ کیا کرتا؟ اپنے باپ اور چچا کی اچانک موت کے بعد بزنس اور گھر کی تمام تر ذمہ داری اس کے کندھوں پر آگئی تھی۔ وہ دن گیا اور آج کا آیا طلال بخاری نے اپنے آپ کو محض آفس کے کاموں تک محدود کر لیا تھا۔ اس کی تو جیسے پرسنل لائف باقی نہیں بچی تھی ہر وقت کام کام کام ذمہ داری، ماں کی صحت، چھوٹوں کا خیال اور بسس۔۔ اس کی زندگی اب بس انہیں چند چیزوں کے گرد گھومتی تھی۔۔ ذمہ داری کے بوجھ نے اس کی شوخ طبیعت اور زندہ دلی چھین لی تھی وہ کہتے ہیں نہ حالات بہت کچھ کروا دیتے ہیں!

پہلے پہل طلال ہی ان کا خیال رکھا کرتا تھا۔بیوگی میں بھی تمام تر ذمہ داری طلال نے خود نبھائی تھی مگر اس کے علاوہ کاروبار کی ذمہ داری نہ کوئی سنبھال سکتا تھا اور نہ ہی کسی پر بھروسہ کیا جا سکتا تھا۔اس لئے اس نے آفس جانا شروع کر دیا۔بعد میں جب تک عماد یونیوسٹی جاتا تھا وہ وہاں سے آنے کے بعد اپنا زیادہ تر وقت ماں کے ساتھ بیتاتا تھا مگر اب گریجیوٹ ہونے کے بعد طلال نے اسے بھی کام پر ساتھ لے جانا شروع کیا تھا۔اسے ساتھ جاتے کچھ عرصہ ہو گیا تھا اور تبھی سے خالدہ کو معذوری، فالج کے ساتھ ساتھ تنہائی کی بیماری بھی لاحق ہوئی تھی۔۔۔جو انہیں دن بدن کمزور کرتی جا رہی تھی۔۔

اس صورتحال سے طلال واقف تھا اسے لئے اپنی ماں کے لئے اس نے کیئر ٹیکر رکھنے کا سوچا تھا۔کئی انٹرویو کرنے بعد اسے مس نایاب اس کام کے لائق اور مستحق لگیں تھیں کیونکہ اس نے ہبہ کے بارے میں مکمل جانچ پڑتال کروائی تھی۔۔اور پھر ہی اسے انٹرویو کے لئے سی وی اپروو کر کے گھر بلایا تھا۔

وہ اپنی ماں کے معاملے میں ہر گز غیر ذمہ داری نہیں کر سکتا تھا اس لئے اسے کسی اعتماد کے قابل انسان کو چننا تھا اور اسے وہ قابل اعتماد انسان مس نایاب تھیں۔

وہ اس کی باتیں سنتے ہوئے مسکرا رہی تھیں۔۔(مطلب مسکرانے کا تاثر دے رہی تھیں) جانے اس کی باتیں ایسی معصوم اور میٹھیں تھیں یا شاید اک عرصے بعد کسی سے گفتگو کرنے کے بعد ملنے والی طمانیت تھی۔۔

حالانکہ اس گفتگو میں وہ خاموش سامع کا کردار ادا کر رہی تھیں، لیکن پھر بھی کسی انسان سے بات کر لینے کا احساس ان کے دل کو مسرور کر رہا تھا۔

وہ مسکراتے ہوئے برتن مانجھ رہی تھی جب اسے اپنے عقب میں کسی کے قدموں کی آواز محسوس ہوئی تھی۔اس نے تعجب سے پیچھے مڑ کر دیکھا۔باورچی خانے میں اس کے ساتھ دوسری ملازمہ کے ذریعے اسے بخاری ولا میں مقیم سبھی

افراد کی معلومات مل چکی تھیں اس گھر میں کل آٹھ افراد رہتے تھے۔ خالدہ بخاری جو طلال کی والدہ تھیں، ان کے دو بیٹے طلال بخاری اور عماد بخاری۔ دونوں اس وقت بیٹوں کی ذمہ داری نبھاتے ہوئے کاروباری معاملات سنبھال رہے تھے۔ پھر طلال کی چچی انعم بخاری اور ان کی دو بیٹیاں صفا بخاری اور مروہ بخاری۔۔

صفا جو میٹرک کر رہی تھی اور مروہ جو اس سے دو سال بڑی تھی اور ایف ایس سی کر رہی تھی۔

اس کے بعد انعم کی بھانجا اور بھانجی جو یونیورسٹی کی تعلیم کے سلسلے میں دو سال سے انہی کے گھر مقیم تھے۔ فروہ اور عدیل۔۔

ابھی ان کے شیڈول کے مطابق گھر میں اس آفت گینگ کا کوئی بھی میمبر نہیں تھا تو پھر دروازے پر کون کھڑا تھا؟ اس نے متعجب ہو کر پیچھے دیکھا۔ سامنے درمیانی عمر کی ایک عورت کھڑی تھیں۔ پستہ رنگ کی شلوار قمیض پہنے کندھوں سے تھوڑا نیچے آتے بالوں کو سٹریٹ کر کے آگے کیے، ہاتھوں میں برانڈڈ ہینڈ بیگ پکڑے، نک سک سی تیار کہیں جانے کو بیتاب وہ شاید طلال کی چچی تھیں۔۔ چہرے پر مغرور تاثر اور شاندار شاہانہ انداز۔۔ وہ خالدہ بخاری سے بلکل مختلف تھیں۔ ہبہ نے تمیز سے انہیں سلام کیا جس پر انہوں نے محض سر ہلانے پر اکتفا کیا

"تم کون ہو؟" وہ اسے جانچتی نظروں کے حصار میں لیے ہوئی تھیں۔

"میں۔۔ میں خالدہ میم کی کیئر ٹیکر ہوں، ان کی نرس" اس نے سادہ سے لہجے میں کہا

"اوہ۔۔ بھابھی کی نئی ملازمہ" ان کے لہجے میں عجیب سی کاٹ تھی۔ اپنے لئے ملازمہ کا لفظ سن کر اس کا دل دکھا۔ مگر اب زندگی اس سے اتنے امتحان لے چکی تھی کہ اسے زیادہ فرق نہ پڑا۔ وہ ان کے گیٹ اپ اور انداز سے ہی ان کی شخصیت کا اندازہ لگا چکی تھی ۔۔

"صابرہ میرا ناشتہ لگادو مجھے کانفرنس پر جانا ہے" وہ اسے نظر انداز کرتے ہوئے دوسری ملازمہ سے مخاتب ہوئی اور وہاں بیٹھ کر موبائل پر سکرالنگ کرنے لگیں۔ ہبہ نے اک نظر صابرہ کو دیکھا جس نے اسے انہیں نظر انداز کرنے کا اشارہ کیا اور وہ چپ کر کے وہاں سے چلی گئی۔۔ اس گھر کے سبھی افراد کا انداز الگ تھا۔ اور اسے یہاں اپنی نوکری قائم رکھنے کے لئے سب کو انہیں کے انداز سے ہینڈل کرنا تھا۔ ہاں اس کا مرکزی کام محض خالدہ کی خدمت کرنا تھا لیکن اسے جتنی دیر یہاں ڈیوٹی کرنی تھی باقی لوگوں سے بھی سامنہ تو ہونا ہی تھا اس لئے اسے خود کو ان سب کے مطابق تیار کرنا تھا۔

☆☆☆☆☆

"دیکھ لو تمہارا یہ پلان ہم سب کو پھنسانہ دے" عدیل کی بات سن کر فروہ نے منہ بگاڑا۔ مطلب وہ اس کے پلان پر شک کر رہا تھا۔

"اوہ کم آن کچھ نہیں ہو گا" فروہ نے ہنسی میں بات اڑاتے ہوئے کہا

"یہ عماد بھی نجانے کہاں رہ گیا اتنا سا کام نہیں ہوتا اس سے" عدیل اب عماد پر غصہ تھا

"کول ڈاؤن برو" صفا کی بات پر وہ اسے گھورنے لگا جو ایک ہاتھ سے چاکلیٹ کھا رہی تھی اور دوسرے سے سلانٹی۔۔

"موٹو تم کھانا تو بند کرو" فروہ اس کی ہر وقت کچھ نہ کچھ کھاتے رہنے کی عادت سے تنگ آتے ہوئی بولی

"اب میں کھانا کیوں بند کروں؟" صفا اس کی بات پر خفا ہوئی

"کیونکہ تمہارے یہ چوبیس گھنٹے کھانے سے ہمیں چڑ ہونے لگی ہے" فروہ کے چہرے کے بگڑے زاویے اس کی کوفت کی صداقت بیان کر رہے تھے۔

"ارے چوبیس کہاں، آٹھ گھنٹے کی نیند، پھر آٹھ گھنٹے سکول کے نکال دو۔۔ سولہ تو یہیں رہ جاتے ہیں باقی کے حساب لگاؤ تو۔۔" وہ آگے بھی نان سٹاپ بولتے رہنے کا ارادہ رکھتی تھی جب عماد کی مسلسل گھورتی نگاہیں دیکھ کر چپ ہوئی۔۔ جو شاید ابھی ابھی وہاں آیا تھا، فروہ کو تھمز اپ کا سگنل دے کر اب صفا کی جانب متوجہ تھا۔

"کیا عماد بھائی اب آپ بھی میرے کھانے پر اعتراض کریں گے؟" وہ ناراض ہو کر اسے دیکھنے لگی

"ارے نہیں نہیں میری پیاری موٹو میں تو تمہیں مسلسل چوبیس گھنٹے چباتے رہنے پر شاباشی دینے آیا ہوں بلکہ صرف شاباشی ہی کیوں میں تو سوچ رہا تھا ہم سب مل کر تمہیں ٹریبیوٹ دیتے ہیں کیوں بھائی لوگ؟" اس نے شرارت سے باقیوں کو دیکھا آدھے جو اس کی بات سے بور ہوئے تھے اور آدھے جن کا سرے سے اس کی بات پر کوئی دھیان ہی نہیں تھا۔

"ٹریبیوٹ؟ پکا پرامس؟ وہ بھی صفا بخاری کو؟ واہ دل خوش کر دیا آپ نے" وہ خوش ہوتے ہوئے بولی

"اب تم ہمارا بھی دل خوش کرو اور یہ جگالی کرنا بند کرو" فروہ کی بات پر وہ شاکی نظروں سے اسے دیکھنے لگی

"فروہ آپی میں آپ کو بھینس لگتی ہوں؟" وہ خفا تھی۔

"لگتی ہو کا کیا مطلب ہے؟ تم ہو" اس کے جواب پر جہاں سب کے قہقہے نکلے وہیں صفا کا مارے بے عزتی کے چہرہ سرخ ہوا۔

ZOHA ASIF

"ہاہائے ابھی جا کر طلال بھائی کو بتاتی ہوں" صفا کا شکائیتی دفتر کا وقت شروع ہوا چاہتا تھا۔ سب نے بے ساختہ ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"صفا۔۔ صفا۔۔۔ میری پیاری بہن میری بات سنو" عدیل کی بات پر وہ مڑی۔ چہرے پر ناراضی اب بھی تھی مگر سننے کے بے تاب بھی تھی کہ اتنے پیار سے مخاتب کر کے اب وہ اسے کیا کہنے والا تھا۔

"بولیں عدیل بھائی" ناک سکوڑتے ہوئے جس انداز سے کہا گیا تھا سبھی کو بتانے کے لئے تھا کہ وہ اب بھی ان سب سے خفا تھی اور اس کی ناراضی دور کرنے کے لئے سب کو اسے منانا تھا۔۔ مطلب جتنا وہ پانچوں حسیں استعمال کرا نہیں اس بات کا احساس کروا رہی تھی وہ انہی پانچ حسوں کو سنوز کا بٹن دبا کر فراموش کیے بیٹھے تھے۔

"تمہیں ایک خوشی کی بات بتاؤں؟" وہ اس کے ہاتھ سے چاکلیٹ پکڑتے ہوئے بولا

خوشی کی بات کا سن کر وہ اتنا خوش اور پر جوش ہوئی کہ یہ بھی بھول گئی عدیل اس کے ہاتھ سے اس کی آدھی چاکلیٹ پکڑ چکا تھا

"بولیں نہ" وہ تجسس سے بلند آواز میں بولی

"تمہارا نام بہت جلد گینیز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں لکھا جائے گا" اس کی بات پر اس کے چہرے پر تحیر اترا۔ کیا واقعی؟ صفا بخاری مشہور ہونے والی تھی؟ وہ بھی ورلڈ فیمیس؟

"کیا سچی مچی؟" وہ اتنی خوشی سے چیخی کہ باقی دونوں کو اپنے کانوں پر ہاتھ رکھنے پڑے

"ہاں نہ" وہ اسی کی طرح خوشی سے چیخا۔

"اے۔۔ بہن اس سے پوچھ تو لو کیوں لکھا جائے گا؟" فروہ کی بیزاری سے کہی گئی بات پر اسے جیسے کچھ یاد آیا

"ارے ہاں عدیل بھائی یہ تو آپ نے بتایا ہی نہیں" صفا کی بات پر وہ اسے دیکھنے لگا

"آؤ بتاؤں کیوں؟" اس نے اشارے سے اسے کان قریب کرنے کا کہا۔ وہ اشتیاق سے آگے ہوئی

"انسانی روپ میں بھینس ہونے کا ریکارڈ جو نہ تم سے پہلے کوئی کر پایا ہے اور نہ تمہارے بعد کوئی کر پائے گا" عدیل کی بات پر وہ تو جیسے قومہ میں چلی گئی تھی اور باقی سب کا ہنس ہنس کر چہرہ لال ہوا جا رہا تھا۔

"ہنہ۔۔جارہی ہوں۔۔خود ہی میری بغیر اپنا پلان پورا کرو" وہ خفا خفا کہتی سلو موشن میں جارہی تھی کہ ابھی کوئی روکے گا اسے مگر نہیں جنموں کے ڈھیٹ واقع ہوئے تھے وہ لوگ اس نے ذرا سا رخ موڑ کر ترچھی نظروں سے انہیں دیکھا جو اسی کی طرح سلو موشن سے دھیرے دھیرے ہاتھ بائے کی صورت ہلا رہے تھے۔وہ باقیوں کو ایک اور قہقہے لگانے کا موقع دیتی ہوئی دانت پیستے، پیر پٹختی وہاں سے چلی گئی تھی ۔۔

☆☆☆☆☆

وہ خالدہ سے شام میں پوچھ چکی تھی کہ انہیں رات میں کیا دینا ہے،اس لئے اب اطمینان سے وہ سوپ تیار کرنے لگی تھی۔۔شام کے سات بج رہے تھے۔اس نے بس سوپ کو تیار کر کے پکنے کے لئے چولہے پر چڑھا رکھا تھا۔وہ اپنے دھیان میں من مست ہو کر مڑی تھی۔

"مس نایاب؟"عماد کی آواز سن کر وہ مڑی تھی اور سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی

"ماما کے روم میں آپ کا ہینڈ بیگ پڑا ہے؟" وہ سادہ سے انداز میں پوچھ رہا تھا

"جی ہاں" وہ مختصر سا جواب دیتے ہوئی سوپ کو دیکھنے لگی

"آپ کی کال آرہی تھی"عماد نے اتنی صفائی سے جھوٹ بولا کہ ہبہ کو اس پر ذرا برابر شک نہیں ہوا تھا۔

"اوہ میں دیکھتی ہوں" ہبہ ایپرن اتارتے ہوئے بولی

وہ سوپ کے نیچے فلیم لو کر رہی تھی جب پھر سے عماد کی آواز نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کی

"ماما کے پاس فون سائلنٹ پر رکھا کریں۔بی ایس نرسنگ کر رکھی ہے مگر یہ نہیں معلوم کے مریض کے کمرے میں شور نہیں کرتے"اس نے شرارت سے سنجیدہ چہرے سے کہا

"اوہ مگر۔۔میں نے کوئی شور نہیں کیا۔" وہ اپنی اس بے عزتی پر اسے دیکھ کر رہ گئی۔۔رشتے میں یہ انسان بھی اس کا باس لگتا تھا اس لئے کوئی کڑا کا جواب بھی نہیں منہ پر مار سکتی تھی۔۔

"پر آپ کے فون نے تو کیا ہے نہ۔۔اور انکی پنکی پونکی والی رنگ ٹون لگانے کی کیا ضرورت تھی آپ کو" عماد نے اپنے بے ساختی امڈ آنے والے قہقہے کا گلا گھونٹتے ہوئے کہا تھا اس کی بات پر ہبہ کرنٹ کھا کر پلٹی۔۔بھلا اس نے کب ایسی کوئی رنگ ٹون لگائی تھی۔۔مگر مجبور، بے بس بے سہارا تھی وہ یہاں بخاری ولا میں۔۔

چپ چاپ معذرت کر کے وہ خالدہ بخاری کے کمرے کی جانب چلی گئی تھی۔۔اس کے وہاں سے جاتے ہی اس نے دروازے کی اوٹ میں کھڑی آفت گینگ کو تھمز اپ کا اشارہ کیا تھا۔جو اس اشارے کا مطلب سمجھ کر وہاں آئے تھے اور اب ان کی کارستانی سے ہبہ کو اللہ ہی بچا سکتا تھا۔

☆☆☆☆☆

"ویسے ہم ان کے ساتھ کچھ زیادہ برا نہیں کر رہے؟" مروہ کی بات پر سب کو غیرت کہاں آنی تھی بس ایکٹنگ کرنے لگے

"نہیں اتنا زیادہ بھی برا نہیں ہے بس سوپ میں کاکروچ ہی تو ملا رہے ہیں" فروہ کی بات پر وہ ہونق زدہ ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔

ZOHA ASIF

"مگر تائی اماں کو اس پرینک کی لپیٹ میں مت لائیں یار" وہ ابھی بھی اپنی پیاری تائی اماں کے لئے متفکر تھی

"افففو یہ پرینک ہم تمہاری تائی اماں کے لئے ہرگز نہیں کر رہے" عدیل کی بات پر اسے تھوڑا سا سکون ہوا

"تو پھر کس کے لئے کر رہے ہیں؟" موٹو کی بات پر عماد نے اسے ایسے دیکھا جیسے کھوج رہا ہو اس کے سر والے حصے میں دماغ نامی کوئی شے موجود ہے یا نہیں، اس کی کھوج بہت طویل ہونے والی تھی اس لئے اس نے یہ کھوج کسی اور دن کرنے کا ارادہ کیا

"پاگل لڑکی یہ تو ہنڈرڈ پرسنٹ شیور بات ہے کہ ہم ایسا کوئی پرینک ماما کے ساتھ نہیں کریں گے، یہ پرینک تو ہم ان کے ساتھ کر رہے ہیں جنہوں نے آتے ساتھ ہم سے دشمنی مول لی ہے" عماد کی بات پر اس نے پھر بھی ناسمجھی سے سر ہلا دیا جب کہ مروہ حیرت سے مڑی۔

"مگر آپ لوگ مس نایاب کو کیوں پریشان کر رہے ہیں، طلال بھائی کو یہ حرکت پسند نہیں آئے گی" مروہ کی بات پر سب نے اسے گھور کر دیکھا

"چپ کرو طلال بھائی کی سپون" عدیل نے اسے گھورا۔

"مگر۔" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی جب عماد بولا

"انہوں نے ہمیں طلال بھائی سے پنشمنٹ دلائی۔۔ ہمیں ہمیشہ ہماری وجہ سے پنیشمنٹ ملتی ہے وہ ہمیں قبول ہے۔۔ مگر کسی اور کی وجہ سے ملی ہوئی سزا ہمیں۔۔۔

نہیں قبول

نہیں قبول

نہیں قبول" اس کے ڈرامائی انداز پر اسے پرانے زمانے میں دیکھے ہوئے ہندی سیریل یاد آ گئے ایسا لگا جیسے تین بار ایکشن میں ریپیٹ ہوا ہو یہ سین ۔

خیر مروہ ابھی بھی اس حق میں نہیں تھی وہ گھر میں کام کرتی کیئر ٹیکر کے ساتھ ایسے پنگے کریں

ZOHA ASIF

"مگر وہ پینیشمنٹ بھی ہمیں ہماری وجہ سے ملی تھی آپ لوگ مانیں یا نہ مانیں" مروہ نے انہیں حقیقت کا آئینہ دکھایا مگر ان کی قریب کی نظر ہی کمزور تھی۔۔ کہاں کچھ دکھائی دینا تھا؟

"تم اب آفت گینگ سے غداری کرو گی؟" فروہ کے جذباتی انداز پر وہ اسے دیکھنے لگی۔

مطلب بلیک میلنگ کا یہ کونسا طریقہ تھا؟

"ہاں بتاؤ؟ جواب دو؟" عدیل کی بات پر وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔

"دھوکہ دو گی اپنے گینگ پارٹنرز کو؟ غداری کرو گی؟" عماد کے پوچھنے پر وہ خاموشی سے انہیں گھورنے لگی

"میں کسی غلط کام میں آپ سب کا ساتھ نہیں دوں گی" مروہ کی بات پر سب نے کمر پر دونوں ہتھیلیاں جما کر لڑائی کے انداز میں اسے گھیرے میں بند کیا۔

ان سب کی مسلسل گھورتی نگاہیں دیکھ کر اس نے لمبی سانس بھری

"اچھا ٹھیک ہے مگر طلال بھائی کو نہ پتہ چلے کہ اس میں میں بھی شامل تھی۔" مروہ کی بات پر سب نے تھمز اپ کیا۔ وہ بھی سر ہلا کر ان کی کاوش دیکھنے لگی۔۔ پانچ منٹ بعد وہ وہاں کیچن ٹیبل پر دو ٹرے ریڈی کر چکے تھے۔۔

"آپ لوگ۔۔" ہبہ کی آواز پر سب ہڑبڑا کر ایسے مڑے جیسے ان کی چوری پکڑی گئی ہو۔

"آپ ناک کر کے نہیں آسکتی" فروہ کی بات پر اس نے عجیب نظروں سے انہیں دیکھا اب وہ کیچن میں بھی ناک کر کے آئے؟

"یہ سوپ تو میں نے آنٹی کے لئے۔۔۔" اس کے آواز اس کے منہ میں ہی رہ گئے

"یہ آنٹی کیا ہوتا ہے؟ میم بولو" عماد کی بات پر وہ دکھی ہو کر اسے دیکھنے لگی اس بات پر دکھی کوئی اور بھی ہوا تھا مگر اس گینگ کے ساتھ بے وفائی نہیں کر سکتا تھا۔۔ ورنہ وہ اسے آفت گینگ سے بے دخل کر دیتے پھر مروہ بے چاری کیا کرتی؟

"اوہ۔۔ سوری میم" اس نے فوراً اپنی اصلاح کی۔۔

"ہاں ہاں ٹھیک ہے" صفا نے سر ہلایا

"یہ میں نے میم کے لئے بنایا ہے" اس نے ڈرتے ہوئے اپنی بات پوری کی کیونکہ جیسے وہ ٹرے سجائے ان کے سر پر کھڑے تھے ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ سب مل کر اس کے تین گھنٹے کی محنت پر ہلہ بولنے والے تھے۔۔

"ہاں یہ رہی آپ کی میم کی ٹرے" عماد نے ہاتھ میں پکڑ کر اشارہ کیا۔ اس نے تعجب سے انہیں دیکھا۔۔ وہ سر ہلا کر اسے پکڑنے لگی تو اسے عماد نے تنبیہی نظروں سے گھور کر روک دیا وہ ناسمجھی سے انہیں دیکھنے لگی

"کیا؟" وہ تعجب سے دیکھ رہی تھی ان سب کی حرکتیں

"ماما کو میں دینے جا رہا ہوں۔ آپ یہ دوسری ٹرے طلال بھائی کو دے آئیں" عماد کی بات پر اس کی آنکھوں کی پتلیاں حیرت سے پھیلیں۔۔ وہ یہاں بس خالدہ بخاری کی کیئر ٹیکر تھی مگر کیئر اسے گھر کے سارے افراد کی کرنی پڑ رہی تھی۔۔۔

ZOHA ASIF

"کیا ہوا کھڑی کیوں ہیں؟" صفا کی بات پر وہ واپس ہوش کی دنیا میں آئی، لمبا سانس ہوا میں خارج کر کے اس نے بے بسی سے طلال کے لئے ریڈی کی ہوئی ٹرے تھامی۔

"وہ۔۔" اس کے ایسے بولنے پر سب نے اسے گھورا۔ ان سب کے گھورنے پر وہ مزید پزل ہوئی

"کیا ہوا؟" وہ سب ایک ساتھ چیخے جس پر وہ معصوم گھبرا گئی

"مجھے ان کے کمرے کا نہیں پتہ" ہبہ نے معصومیت سے کہا۔

"ہم بتاتے ہیں ایسی کونسی بات ہے" فروہ کے کہنے پر مروہ نے افسوس سے ان سب کو دیکھا ۔

وہ اسے طلال کے کمرے کے باہر چھوڑ کر آ گئے تھے۔۔ آیا خیر کوئی نہیں تھا اس کے کمرے کے اندر جاتے ہی سب دروازے کی اوٹ میں کھڑے ہو گئے تھے۔۔ جس بات سے ہبہ بے خبر تھی۔۔ اور آگے آنے والے طوفان سے بھی تو وہ معصوم لڑکی انجان تھی۔۔۔

☆☆☆☆☆

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی سنبھل کر چل رہی تھی۔ وہ وہ لڑکی تھی جسے اس کی ماں نے کبھی خود اٹھ کر پانی بھی نہیں پینے دیا تھا اور اب زندگی اس سے کڑے امتحان لے رہی تھی۔ اسے ایسا لگتا تھا جیسے اسے ایک دم زندگی نے گھنی چھاؤں سے ننگے پیڑ تپتی دھوپ میں لا کھڑا کیا ہو۔۔ مگر وہ مجبور تھی۔۔ بے بس تھی۔۔ اسے اپنے ماں باپ کے لئے کچھ کرنا تھا۔۔ اپنا گھر چلانے کے لئے کچھ کرنا تھا۔۔

اس نے اب نظریں اٹھا کر کمرے کی طرف دیکھا تھا۔ کمرے میں کارپٹ اور پردوں سے لے کر اس کی دیواروں پر لگے ایک بڑے سائز کا فوٹو فریم تک نفاست کا رنگ جھلکا رہا تھا۔ کمرے کا دروازہ کھولتے ہی سامنے کی جانب گرے بلیک کلر سکیم کا جہازی سائز بیڈ آنے والے کی توجہ اپنی جانب کھینچتا تھا۔ اس کے دونوں اطراف میں ماڈرن سٹائل کے سائیڈ ٹیبل رکھے گئے تھے۔ اس بیڈ کی دائیں جانب پہلا دروازہ باتھروم کی جانب کھلتا تھا۔ اس کے ساتھ پوری جگہ دیوار گیر الماری بنائی ہوئی تھی۔۔ یہ الماری اس دیوار کے آخر تک احاطہ کرتی تھی۔ دروازوں اور درازوں کا رنگ گرے رکھ کر اسے کمرے اور بیڈ کی مناسبت سے تیار کیا گیا تھا۔

اس الماری کے ہی حصے کو ڈریسنگ بنایا گیا تھا۔ اس کے درمیانی حصے میں فل سائز مرر لگایا ہوا تھا۔

بیڈ کے بلکل سامنے بڑی سی ایل ای ڈی لگی ہوئی تھی جس کے نیچے چھوٹا سا شیشے کا میز رکھا ہوا تھا۔ میز کی ایک جانب بڑے سپیکرز تھے اور دوسری جانب اک خوبصورت گلدان تھا۔ بیڈ کی بائیں جانب کی دیوار پر درمیان میں ایک بڑا سا فوٹو فریم لگا تھا جو بہت خوبصورت تاثر چھوڑ رہا تھا۔ اس فریم میں ایک خوبصورت سی فوٹو لگائی گئی تھی۔ طلال، عماد خالدہ اور خالد بخاری کی۔۔ ہنستی مسکراتی ہوئی ایک خوبصورت سی فیملی فوٹو۔۔ ان سبھی کے ہنستے چہروں کی مسکان سے یہ تصویر بھی چمک اٹھی تھی۔۔ ایسا ہبہ کو ضرور لگا تھا۔۔

اور اس دیوار کے ساتھ دو بڑے سائز کی کافی چیئرز تھیں اور درمیاں میں چھوٹا سا میز تھا۔ انہیں بھی کمرے کی کلر سکیم کی مناسبت سے لیا گیا تھا ہم رنگ۔۔۔ کمرہ کشادہ تھا اور خوبصورت بھی۔۔ ہبہ نے تسلی سے کمرے کا جائزہ لیا تھا اور وہ بھی اسی لئے ممکن تھا کیونکہ کمرے میں طلال موجود نہیں تھا۔ اس کی نگاہیں ادھر ادھر اسے تلاش کر رہی تھیں جب وہ باتھروم سے فریش سا نکلا تھا۔ اسے دیکھ کر اس کا سانس رکا تھا۔ وہ شاید نہا کر نکلا تھا اس کے گردن پر سفید رنگ کا تولیہ رکھا ہوا تھا۔ گرے رنگ کی ہاف بازو کی ٹی شرٹ اور سیاہ رنگ کے آرام دہ ٹراؤزر میں وہ خود بھی اس منظر کا ایک حصہ لگ رہا تھا۔ وہ اس کی آمد سے بے خبر شیشے کے سامنے آ کر رکا۔ شیشے میں اس کا عکس دیکھ کر کرنٹ کھا کر پلٹا۔

"مس نایاب آپ یہاں میرے کمرے میں؟" اس کی بھاری آواز سن کر جہاں ہبہ نے تھوک نگلا وہیں باقی سب بھی متوجہ ہوئے تھے۔۔ جن کی آمد سے یہ دونوں ہی انجان تھے۔۔۔

جاری ہے۔